نقشِ آغاز

- شریعت بل کی منظوری کے باوصف رائے عامہ کی سرد مہری کیوں ؟
- استردادی نہیں، اصلاحی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیئے !

شریعت بل کے قومی اسمبلی میں منظور ہونے کے بعد سینٹ میں پھر سے زیرِ بحث آنے سے وہ پورے ملک میں بحث و فکر کا موضوع بن گیا ہے۔ کچھ عناصر تو صرف مخالفت برائے مخالفت کا شوق پورا کر رہے ہیں اور واہی تباہی بک رہے ہیں، کچھ عناصر سنجیدگی سے اس کا جائزہ لے کر مفید اور مُتفقہ نکات کی حمایت و تحسین کر کے اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ اقتدار پرست طبقہ (جن میں سے اکثریت کو فی الحقیقت نفاذِ شریعت سے کوئی دلچسپی نہیں) محض وزیرِ اعظم کی "گڈ بک" میں اپنا نام درج کرانے کے لیے اس کی تعریف میں بے سروپا قلابے ملا رہا ہے۔

مجموعی طور پر شریعت بل کی منظوری کی ویسی پذیرائی نہیں ہوئی، جیسا کہ واقعیت اس کی متقاضی تھی یا خود وزیرِ اعظم اس کی توقع کرتے ہوں گے ـــــ گرمجوشی کے بجائے سرد مہری نمایاں ہونے کے متعدد اسباب ہیں۔

اوّل تو یہ کہ خود حکومت نے سینٹ سے منظور شدہ متفقہ شریعت بل کا حلیہ بگاڑ کر ابتداءً جو "شریعت بل" پیش کیا تھا اُس سے تمام اُمیدوں اور توقعات پر پانی پھر گیا۔

دوم یہ کہ شریعت بل، شریعت آرڈی ننس، نواں ترمیمی بل اور سینٹ کے منظور کردہ مُتفقہ شریعت بل کے ساتھ ماضی میں حکمرانوں کا جو رویہ رہا وہ قطعاً مخالفانہ اور بعض حالات میں معاندانہ تھا۔

سوم یہ کہ صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں ہوم ورک اور معاشرتی سطح پر اہم انقلابی اقدامات کے بغیر نفاذِ اسلام کے جو تجربات ہوتے رہے ان کے ثمرات سماجی سطح پر حاصل نہیں ہوئے بلکہ بعض صورتوں میں ان تجربات کے نتائج مسخ ہو کر بڑی مکروہ صورت میں سامنے آئے جس سے عمومی مایوسی پھیلی۔

اس عمومی مایوسی اور پھر اوائل میں حکومت کے مُتفقہ شریعت بل سے انحراف اور دینی قوتوں کی بے اعتمادی و اختلاف کے پس منظر میں موجودہ شریعت بل کے ضمن میں گرمجوشی کا فقدان بالکل فطری بات ہے۔

وزیرِ اعظم سمیت اربابِ حکومت اور اہلِ سیاست کا امتحان قانون سازی کا نہیں قانون کے مؤثر نفاذ کا ہے۔

قانون انسدادی اور امتناعی ہو یا حقوق کے تحفظ و تعین سے متعلق، نظام شریعت کے تمام تر اصول و فروع کی آئینی منظوری کیوں نہ ہو، جب تک اس کے محسوس نتائج معاشرے میں نگاہوں کے سامنے نہ آئیں تو قانون کی حیثیت ردی کے ایک پُرزے سے زیادہ نہیں رہتی۔

پھر منافقانہ تضادات، دینی قوتوں کے زبردست دباؤ سے قبل متفقہ شریعت بل میں فحش تحریفات اور عملی اقدامات کے بارے میں شک و شبہ کی فضا میں نفاذِ اسلام کے دعوؤں سے مایوسی کے سوا کسی دوسری کیفیت کا اظہار ممکن بھی نہیں ——— مثلاً شریعت بل کی منظوری اور قال اللہ وقال الرسولؐ کے ساتھ ساتھ پی ٹی وی اور ریڈیو پر فواحش و منکرات کا کھلا ابلاغ، وہ تضادات ہیں جس سے بننے والی فضا میں نفاذِ اسلام کا دعویٰ منافقت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ آخر لوگ یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اسمبلی سے شریعت بل کی منظوری کے باوصف وزیر اعظم ٹی وی کی مختصر سی سکرین پر اسلام نافذ نہیں کر سکتے تو پورے ملک میں کیسے نافذ کریں گے؟

دوسری طرف لادین سیاستدان اور الحاد زدہ قوتیں وزیر اعظم صاحب کے سیاسی عزائم پر تنقید کی آڑ میں بڑی پرکاری سے اسلامی نظام کے نفاذ کے داعیے خواہش اور تمنا کو لوگوں کے دلوں سے کھرچ رہے ہیں جبکہ فکر مند عناصر بھی اپنی جماعتی اور سیاسی مصلحتوں کے پیشِ نظر کچھ کرنے اور کہنے سے قاصر ہیں، جب تک اُن کے سیاسی عزائم پورے نہیں ہوں گے یہ صورتِ حال جاری رہے گی اور اس سے اسلامی نظام کے کاز کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔

اگر شریعت بل کے اجراء کے ساتھ نفاذِ شریعت کے لیے ہوم ورک بالخصوص ذرائع ابلاغ میں نمایاں تبدیلی نہ کی گئی تو نظامِ شریعت کے نفاذ اور شریعت بل کی قبولیت کے لیے عمومی فضا مزید بگاڑ دی جائے گی۔

بدقسمتی سے فی الوقت تو بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنا مطمحِ نظر اوّل تا آخر اسلامی نظام کا نفاذ بتلاتے ہیں مگر اپنی سیاسی ساکھ بنانے کے لیے وزیر اعظم کے سیاسی عزائم پر تنقید کے عنوان سے شریعت بل کو بھی بالکل اسی طرح استعمال کر رہے ہیں جس طرح اسلام کی حریف "قوتیں" کر رہی ہیں۔

شریعت بل کی منظوری سے پیدا شدہ صورتِ حال کے پیشِ نظر فی الوقت ملک میں سیاسی قوتوں کے تین ایسے متوازی فریق واضح ہیں کہ جن میں:-

(۱) ایک کو تو شریعت دل و جان سے عزیز ہے مگر اپنے سیاسی مزاج کے پیشِ نظر حکومت کے کسی اچھے اقدام کی حمایت یا خود وزیر اعظم کی ذات انہیں قابلِ برداشت نہیں۔

(۲) دوسرا فریق وہ ہے جو وزیر اعظم اور مسلم لیگ کو تو برداشت کر سکتا ہے مگر شریعت بہر صورت ناقابلِ برداشت ہے۔

(۳) تیسرا فریق وہ ہے جو ملک میں دل و جان سے نفاذِ شریعت کا خواہاں ہے خواہ وہ کسی بھی ذریعہ سے ہو، چنانچہ حکومت کے ہر مثبت اقدام اور نفاذِ شریعت کی پیش رفت میں وہ ہر قسم کے طعن و تشنیع سے بے نیاز ہو کر حمایت کرتے ہیں اور خامیوں، کجیوں اور غلط اقدامات کا تعاقب، محاسبہ اور بھرپور مخالفت کرتے ہیں۔

اس وقت اپنے بیرونی آقایانِ ولی نعمت کے اشاروں پر وہ فریق پوری طرح سرگرم عمل ہے جو مسلم لیگ اور نواز شریف کو تو برداشت کر سکتا ہے مگر شریعت کو برداشت نہیں کرتا۔ جبکہ دوسرا فریق ہر جائز و ناجائز بات میں حکومت کی مجنونانہ مخالفت کی سیاسی پالیسی اختیار کر کے شریعت بل کو ہدف بنائے ہوئے ہے، اس سے مجموعی طور پر فضا پہلے فریق کے حق میں سازگار ہو رہی ہے۔

ہم اس گروہ میں شامل اربابِ عقل و شعور سے صرف اتنا عرض کریں گے کہ نواز شریف اور حکومت کی مخالفت ضرور کیجئے مگر بس اتنی سی احتیاط لازم ہے کہ وزیر اعظم کی مخالفت برائے مخالفت کا وزن شریعت کے مخالفوں کے پلڑے میں نہ جا پڑے ـــــ محض حکومت کی مخالفت میں فضا شریعت بل کے خلاف کر دی گئی تو اس سے اپنے ہی کاز کو نقصان پہنچے گا ـــــ اور موقع و محل کی مناسبت سے ہماری یہ گذارش بھی بے جا نہ ہو گی کہ سیاسی صف بندی کرتے ہوئے روزمرہ بدلتی ہوئی سیاسی کیفیات کو بنیاد بنانے کے بجائے اصولی، نظری اور معروضی حقائق کو بنیاد بنایا جائے، سطحی اور عبوری سیاسی مصلحتوں کی بنیاد پر صف بندی کسی بھی مشترکہ جدوجہد کے ثمرات کو کسی دوسری ہی طاقت کی جھولی میں ڈال دے گی۔

یقیناً حالیہ سرکاری شریعت بل میں فنی اور فکری کمزوریاں ہیں، یہ کمزوریاں اور رکاوٹیں دور کر دی جائیں، یہی جمہور اہلِ اسلام کا مطالبہ بھی ہے اور تمام دینی جماعتوں کا بھی ـــــ لیکن اگر تحفظات کے بغیر اس کی مخالفت کی گئی تو فضا ایسی بن جائے گی کہ آئندہ کوئی بھی حکمران شریعت کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہوگا، جس میں آنے والی اسمبلی اسے بہتر بنانے کے بجائے اٹھا کر باہر پھینک دے گی اور کوئی متبادل مسودۂ قانون بھی نہیں لایا جا سکے گا۔ "نہ ہونے" سے بہرحال "کچھ ہونا" بہتر ہے۔ کہ اس "کچھ" کو "کُل" بھی بنایا جا سکتا ہے۔

ملک میں نفاذِ شریعت کی خواہاں تمام دینی قوتوں کے اتحاد کی طرح تمام زعماء قوم کو استرادی نہیں اصلاحی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے، محض منفی رویہ کے نتائج خود ان کے اور شریعت کے حق میں مفید نہ ہوں گے، انہیں مثبت اور بھرپور اصلاحی رویہ اختیار کر کے اس سلسلہ میں مزید پیش رفت کی راہ ہموار کرنی چاہیئے۔

عبد القیوم حقانی